

حواء علیہا السلام

کلام الہی کے مفہیم و معانی میں سلف صالحین کا اتباع ضروری ہے۔ قرآن فہمی میں خود رائے زنی کرنا جہالت و ضلالت ہے۔ قرآن کریم کو اپنی آرا کا نشانہ بنانے والے سلف صالحین کی راہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔ سیدہ حواء علیہا السلام کے بارے میں بعض اہل علم سے تسامح ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حواء علیہا السلام کی تخلیق سیدنا آدم علیہ السلام سے نہیں ہوئی، یہ باطل نظریہ محمد بن بحر اصہبانی ابو مسلم معزلی (۲۵۴-۳۲۲ھ) کا ہے۔ لگتا ہے کہ یہی اس نظریہ کا بانی ہے۔ دور حاضرین کے مفسرین میں سے محمد رشید رضا (۱۲۸۲-۱۳۵۴ھ) ”تفسیر المنار“ (۸/۳۸) احمد بن مصطفیٰ (۱۳۷۱ھ) ”تفسیر الراغی“ (۸/۱۱۹) وغیرہ اسی کے قائل ہیں۔

دیوبندی عالم عبد الماجد دریابادی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ روایت کہ حضرت حواء کی پیدائش حضرت آدم کی پسلی سے ہوئی ہے، تو ریت کی ہے۔ بعض حدیثی روایتیں، جو اس مضمون کی مروی ہوئی ہیں، ان میں سے کوئی ایسی نہیں ہے، جسے قطعی صحت کا درجہ حاصل ہو اور قرآن مجید نے اس سلسلہ میں سورۃ النساء اور سورۃ الاعراف میں جو کچھ کہا ہے، اس کی تعبیر اور طریقوں سے بھی ہو سکتی ہے۔“ (تفسیر ماجدی، ص: ۷۷)

ان کے رد و جواب میں جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”یہاں فاضل مصنف سے سخت تسامح ہوا ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری و مسلم

دونوں میں مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ اگر صحیح احادیث حجت ہیں، تو اسی صحیح اور قوی الاسناد حدیث کو کیسے رد کیا جاسکتا ہے؟ قرآن کریم نے سورۃ النساء اور سورۃ الاعراف میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کی اور تعبیریں ہو تو سکتی ہیں، مگر ظاہر، متبادر اور مقبول عام تعبیر تو یہی ہے کہ حضرت حواء کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کیا گیا تھا ہم بالکل نہیں سمجھ پائے کہ مولانا نے اس روایت کی تردید کی کیا ضرورت محسوس فرمائی۔“ (تبصرے، ص: ۱۸۲)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

”اس جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں ہے۔ عام طور پر جو بات اہل تفسیر بیان کرتے ہیں اور جو بائبل میں بھی بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ آدم کی پسلی سے ہوا کو پیدا کیا گیا۔ تلمود میں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب کی تیرہویں پسلی سے پیدا کیا گیا تھا، لیکن کتاب اللہ اس بارے میں خاموش ہے اور جو حدیث اس کی تائید میں پیش کی جاتی ہے، اس کا مفہوم وہ نہیں ہے، جو لوگوں نے سمجھا ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ بات کو اسی طرح مجمل رہنے دیا جائے، جس طرح اللہ نے اسے مجمل رکھا ہے اور اس کی تفصیلی کیفیت متعین کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔“ (تفہیم القرآن: ۱/۳۱۹-۳۲۰)

مودودی صاحب کی رائے انتہا پسندی پر مبنی ہے، اس باب میں وارد شدہ احادیث واضح ہیں۔ اہل سنت کے مشہور مفسر امام طبری اور حافظ ابن کثیر رحمہما اللہ نے اس فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ کا یہی معنی بیان کیا ہے کہ حواء علیہا السلام کو سیدنا آدم علیہ السلام کی

پسلی سے پیدا کیا گیا، علامہ فخر رازی نے اس قول کو قوی قرار دے کر لکھا ہے:

وَهُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَكْثَرُونَ .

”اکثر مفسرین یہی کہتے ہیں۔“

(تفسیر الرازی: ۴۷۷/۹)

مشہور مفسر، اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریم، سدی رحمہ اللہ (م: ۱۲۷ھ) فرماتے

ہیں:

خَلَقَهَا اللَّهُ مِنْ ضِلْعِهِ .

”اللہ نے انہیں سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔“

(تفسیر الطبری: ۳۴۱/۶)

نیز فرماتے ہیں:

خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا، جَعَلَ مِنْ آدَمَ حَوًّا .

”ان سے ان کی بیوی پیدا کی، اس کا معنی یہ ہے کہ حواء علیہا السلام کو آدم سے پیدا

کیا۔“

(تفسیر الطبری: ۳۴۲/۱، وسندہ حسن)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) سورۃ النساء کی اس آیت کی تفسیر میں

فرماتے ہیں:

وَمَعْلُومٌ أَنَّ النَّفْسَ الْوَاحِدَةَ الَّتِي خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا هُوَ آدَمُ

وَحَوًّا خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعِ آدَمَ الْقَصِيرَاءِ، مِنْ جَسَدِهِ خُلِقَتْ

لَمْ تُخْلَقْ مِنْ رُوحِهِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ الْوَاحِدَةَ .

”یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ اکیلی جان، جس سے اس کی زوجہ پیدا کی گئیں، آدم علیہ السلام ہیں۔ حواء علیہا السلام آدم علیہ السلام کے جسم کی نچلی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ جسم سے پیدا کی گئی ہیں، روح سے نہیں کہ کوئی کہنے والا انہیں ایک ہی کہنے لگے۔“

(بیان تلبیس الجہمیہ فی تاسیس بدعہم الکلامیہ : ۱۶۵/۳)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حواء علیہا السلام کو مٹی سے پیدا کرنے پر قادر ہے، تو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کرنے کا کیا فائدہ؟ ”منہا“ سے مراد انہیں علیحدہ آدم علیہ السلام کی جنس سے پیدا کیا گیا۔ اگر ان کی بات تسلیم کی جائے، تو اس سے لازم آئے گا کہ انسانی تخلیق دو جانوں سے ہوئی۔ یہ نص قرآنی کے خلاف ہے، قرآن کے مطابق سیدنا آدم علیہ السلام سے اول تو حواء کو (ان کی پسلی) سے پیدا کیا گیا، پھر ان دونوں سے تمام مرد اور عورتوں کو پیدا کیا گیا۔ حواء علیہا السلام کا واقعہ خاص ہے، جب کہ دوسرے انسانوں کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا﴾

”اللہ کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے آپ کی تسکین کے لئے آپ کی جنس سے آپ کی بیویاں پیدا کیں۔“

اس کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَيُّ: خَلَقَ لَكُمْ مِنْ جَنْسِكُمْ إِنَّا نَايِكُنَّ لَكُمْ أَزْوَاجًا.

”مطلب تمہاری جنس سے مونث پیدا کیں۔ تاکہ وہ آپ کا جوڑا بن سکیں۔“

(تفسیر ابن کثیر : ۳۰۹/۶)

اللہ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے تخلیق فرمایا، حواء علیہا السلام کو ان کی پسلی سے

نکالا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا، اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر فرماتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ ﴿خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ یہ ﴿خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ﴾ (سورة الانبياء: ۳۷) کی قبیل سے ہے، ان کی بات درست نہیں کیوں کہ ”من عجل“ کی تفسیر دوسری آیت سے ہوتی ہے، ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا﴾ (الاسراء: ۱۱) مطلب انسان بعض امور میں جلد باز ثابت ہوا ہے، ”من“ بمعنی ”علی“ ہے۔

① سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ، وَإِنْ أَعْوَجَ شَيْءٌ فِي الضِّلْعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبَتْ تُقِيمُهُ كَسَرَتْهُ، وَإِنْ تَرَكَتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ .

”عورتوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک روارکھیں۔ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور اوپر والی پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھ پن ہوتا ہے، اسے سیدھا کرنے بیٹھو گے تو توڑ دو گے، اپنے حال پہ چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی، لہذا عورتوں کو نصیحت کیجئے۔“

(صحیح البخاری: ۳۳۳۱، صحیح مسلم: ۱۴۶۸)

حافظ بغوی رحمہ اللہ (م: ۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

هَذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلَى حُجَّتِهِ .

”یہ حدیث متفقہ طور پر حجت ہے۔“ (شرح السنة: ۲۳۳۲)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 إِنَّ الْمَرْأَةَ كَالضِّلْعِ، إِذَا ذَهَبَتْ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا، وَإِنْ تَرَكَتَهَا

اسْتَمْتَعَتْ بِهَا وَفِيهَا عَوَجٌ .

”عورت پسلی کی طرح ہے، اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ بیٹھو گے۔ آپ اسے اپنے حالت پہ چھوڑ دیجئے اور ٹیڑھ پن کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے رہیے۔“

(صحیح مسلم: ۶۵/۱۴۶۸، مسند الحمیدی: ۱۲۰۲، مسند الإمام أحمد: ۴۴۹/۲)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حواء علیہا السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔

تنبیہ:

ملا علی قاری حنفی ماتریدی (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۶۰) دور حاضر میں ناصر السنۃ علامہ البانی رحمۃ اللہ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۶۳۹۹) علامہ شعیب الارنؤوط رحمۃ اللہ (تحقیق صحیح ابن حبان: ۹۱۷۸) کہتے ہیں کہ ”من ضلع“ میں استعارہ تمثیل اور تشبیہ ہے، حقیقت مراد نہیں، کیوں کہ صحیح البخاری (۵۱۸۴) اور صحیح مسلم (۱۴۶۸) میں ”المرأۃ کا ضلع“ کے الفاظ ہیں۔

الجواب:

صحیح مسلم کے الفاظ: فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ .

”عورت کی اصل پیدائش تو پسلی ہی سے ہوئی۔“

ان علماء کرام کے نظریے کی تردید کرتے ہیں، اس حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ درحقیقت عورت کی جدہ سیدہ حواء علیہا السلام پسلی سے پیدا ہوئی ہیں، اس لئے عورت کے مزاج میں ٹیڑھ پن ہے، لہذا عام عورت کی بات ہوئی تو کہہ دیا گیا کہ یہ ٹیڑھی پسلی کی مانند ہے۔ سیدہ حواء علیہا السلام کی بات ہوئی تو صاف الفاظ میں سمجھا دیا گیا کہ انہیں پیدا ہی پسلی سے کیا گیا ہے۔

خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

حنفی مقلدین کہتے ہیں کہ جب بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یاد رہے! یہ بے دلیل اور باطل مذہب ہے۔ قرآن حدیث اور فہم سلف سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، بل کہ یہ صحیح، مدلل اور مبرہن دلائل کے مخالف ہے۔ احناف کے دلائل کی مختصر اور جامع تحقیق پیش خدمت ہے:

سیدنا تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ .

”ہر بہنے والا خون ناقض وضو ہے۔“

(سنن الدارقطنی: ۱۵۷/۱)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

① بقیہ بن ولید (حسن الحدیث عندا لجمہور) تدریس تسویہ کے مرتکب تھے۔ اوپر تک سماع کی تصریح تو درکنار اپنے شیخ سے سماع کی تصریح نہیں کی۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ بخاری مسلم کے علاوہ مدلس کی صیغہ عن سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

②③ خود امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ وَزَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْهُولَانِ .

”زید بن خالد اور زید بن محمد مجہول ہیں۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۱۵۷)

یہ تقریب کے راوی نہیں۔ ان راویوں کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی تحقیق بغیر رد و قدح کے علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے نصب الراية (۱/۳۷) میں ذکر کی ہے۔

④ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَأَهُ .

”عمر بن عبدالعزیز نے تمیم داری رحمہ اللہ سے سنا نہ دیکھا۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۱۵۷)

ان چار وجہوں سے یہ روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ”ضعیف“ قرار دیا ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ۲/۵۶، خلاصة الأحكام: ۱/۱۴۳)

ابن ہمام حنفی (م: ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

فَرَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ طَرِيقٍ ضَعِيفَةٍ .

”یہ روایت امام دارقطنی رحمہ اللہ ضعیف سند سے لائے ہیں۔“

(فتح القدیر: ۱/۳۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وَفِيهِ ضَعْفٌ وَانْقِطَاعٌ .

”اس میں ضعف اور انقطاع ہے۔“



(الدراية في تخريج أحاديث الهداية: ٣٠/١)

الحاصل:

اصول محدثین کے مطابق یہ روایت ”ضعیف“ ہے۔ اس کے مقابلے میں روافض اور حنفی مقلدین کے اصولوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوُضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ .

”ہر بہنے والا خون ناقض وضو ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ٢٦٨/٢)

تبصرہ:

سند سخت ”ضعیف“ ہے:

① امام ابن عدی رحمہ اللہ کے استاد عبد اللہ بن ابی سفیان، موصلی کے حالات زندگی نہیں مل سکے، نامعلوم اور لاپتہ افراد کی روایتیں کون قبول کرتا ہے؟

② بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کے مرتکب ہیں۔ سماع بالمسلسل درکار ہے!

③ بقیہ یہ روایت امام شعبہ سے بیان کر رہے ہیں۔ خود امام ابن عدی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

وَلَبَقِيَّةَ عَنْ شُعْبَةَ كِتَابٍ وَفِيهِ غَرَائِبُ وَتِلْكَ الْغَرَائِبُ يَتَفَرَّدُ

بِهَا بَقِيَّةٌ .

”بقیہ کے پاس امام شعبہ رحمہ اللہ کی کتاب تھی۔ اس میں کچھ غریب روایتیں



ہیں، جنہیں بیان کرنے میں بقیہ منفرد ہیں۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۲/۲۶۸)

④ عبد الرحمن بن ابان بن عثمان کا سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سماع و لقا نہیں، لہذا یہ متکلم و مرسل ہے۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنْ كَانَ فِي إِسْنَادِهِ بَعْضُ الْإِسْنَادِ .

”اگرچہ اس کی سند میں ارسال بھی ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۲/۲۶۸)

عبد الرحمن بن ابان کا کسی صحابی سے سماع و لقا ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں طبقہ سادسہ میں ذکر کیا ہے۔ اس طبقہ کے راویوں کی کسی صحابی سے ملاقات ممکن نہیں۔

اس حدیث کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ مُنْكَرٌ .

”یہ ”منکر“ روایت ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۲/۲۶۸)

فائدہ:

احمد بن الفرغ بن سلیمان ابو عتبہ حمصی جمہور کے نزدیک ”حسن الحدیث“ ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَصَابَهُ قَيْءٌ أَوْ رُعَافٌ أَوْ قَلَسٌ أَوْ مَذْيٌ، فَلْيَنْصَرِفْ،
فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ، وَهُوَ فِي ذَلِكَ لَا يَتَكَلَّمُ .

”جسے قے نکسیر، متلی یا ندی آئے، اسے چاہیے کہ نماز سے نکل جائے، وضو کرے اور واپس آکر وہیں سے نماز شروع کرے، جہاں سے چھوڑی تھی۔ یہ اس صورت میں ہے جب درمیان میں گفتگو نہ کی ہو۔“

(سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۱، سنن الدارقطني: ۱/۱۵۳)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

① اسماعیل بن ابی عیاش کی روایت شامیوں سے ”صحیح“ اور حجازیوں سے ”ضعیف“ ہوتی ہے۔ امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَكْثَرُ مَا تَكَلَّمُوا قَالُوا : يُغْرِبُ عَنْ ثِقَاتِ الْمَدَنِيِّينَ وَالْمَكِّيِّينَ .

”محدثین اس پر اکثر یوں جرح کرتے ہیں: اسماعیل مدنیوں اور مکیوں سے اجنبی روایات بیان کرتا ہے۔“

(المعرفة والتاريخ: ۲/۴۲۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (م: ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

صَدُوقٌ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَهْلِ بَلَدِهِ مُخَلِّطٌ فِي غَيْرِهِمْ .

”اہل علاقہ سے روایت کرے تو صدوق ہے اور ان کے علاوہ دوسروں سے بیان کرنے میں ”مخلط“ ہے۔“

(تقريب التهذيب: ۴۷۳)

② ابن جریج مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ جُرَيْجٍ أَنْكَرَ عَلَيْهِ هَذَا الْحَدِيثَ وَهَذَا غَيْرُ
مَحْفُوظٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ إِنَّمَا يَرَوِي عَنْهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ
عِيَّاشٍ، وَابْنُ عِيَّاشٍ إِذَا رَوَى عَنْ أَهْلِ الْحِجَازِ وَأَهْلِ الْعِرَاقِ
فَإِنَّ حَدِيثَهُ عَنْهُمْ ضَعِيفٌ، وَإِذَا رَوَى عَنْ أَهْلِ الشَّامِ فَهُوَ
أَصْلَحُ.

”عبد العزیز بن جریج رحمہ اللہ کی بیان کردہ یہ روایت مجروح اور غیر محفوظ ہے،
کیوں کہ یہ روایت ابن جریج سے اسماعیل بن عیاش نے بیان کی ہے اور ابن
عیاش جب اہل حجاز اور اہل عراق سے بیان کرتا ہے، تو روایت ضعیف ہوتی
ہے، جب کہ اہل شام سے اس کی روایت ’صلح‘ (صحیح) ہوتی ہے۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال: ۵۰۷/۶)

امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ الَّتِي
يَرَوِيهِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ عِيَّاشٍ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ .
”ابن جریج کی حدیث عن ابن ابی ملیکہ عن عائشہ کے طریق سے جو اسماعیل
بن عیاش نے بیان کی ہے، ضعیف ہے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۱۴۵، ۱۵۵، وسنده صحيح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ”ضعیف“ کہا ہے۔

(التلخیص الحبر لابن حجر: ۴۳۰)

امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا خَطَأٌ.

”یہ خطا ہے۔“

(علل الحديث لابن أبي حاتم: ۳۱/۱)

حافظ بوسیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ مِنْ رَوَايَةِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْحِجَازِيِّينَ وَهِيَ ضَعِيفَةٌ.

”یہ سند ’ضعیف‘ ہے، کیوں کہ یہ اسماعیل کی ان روایات سے جو اس نے جاز یوں سے بیان کی ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔“

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه: ۱/۱۴۴، رقم: ۴۳۳)

قے اور متلی آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، ندی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ فِي الْقَطْرَةِ وَالْقَطْرَتَيْنِ مِنَ الدَّمِ وَضُوءٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ دَمًا سَائِلًا.

”خون کے ایک یا دو قطروں سے وضو نہیں، البتہ خون بہہ نکلے، تو وضو ہوگا۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۱۵۷)

تبصرہ:

روایت ”موضوع“ (من گھڑت) ہے:



① محمد بن فضل بن عطیہ باتفاق محدثین ”کذاب“ اور ”متروک“ ہے۔ حافظ خلیلی (م: ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں:

وَأَنفَقَ ابْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ أَنَّهُ كَانَ كَذَّابًا .

”ابن معین وغیرہ اسے کذاب کہنے پر متفق ہیں۔“

(الإرشاد في معرفة علماء الحديث : ۸۸۶/۳)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ مِمَّنْ يَرْوِي الْمَوْضُوعَاتِ عَنِ الْأَثْبَاتِ لَا يَحِلُّ كِتَابَةُ

حَدِيثِهِ إِلَّا عَلَى سَبِيلِ الْإِعْتِبَارِ .

”یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا تھا، اس کی حدیث بطور متابعت ہی لکھی جاسکتی ہے۔“

(المجروحین : ۲۷۸/۲)

② حجاج بن نصر جمہور ائمہ حدیث کے نزدیک ”ضعیف“ ہے۔ حافظ بیہقی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

وَالْأَكْثَرُونَ عَلَى تَضْعِيفِهِ .

”اکثر اسے ضعیف کہتے ہیں۔“

(مجمع الزوائد : ۲۲/۱)

علامہ علی متقی، ہندی (م: ۹۷۵ھ) کہتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُونَ .

”اکثر محدثین اسے ضعیف کہتے ہیں۔“



(کنز العمال: ۳۸۴/۷، ح: ۱۹۴۰۹)

③ الفضل بن عطیہ (حسن الحدیث) کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

يُعْتَبَرُ رِوَايَتُهُ مِنْ غَيْرِ رِوَايَةِ ابْنِهِ عَنْهُ لِأَنَّ ابْنَهُ فِي الْحَدِيثِ
لَيْسَ بِشَيْءٍ .

”اس کے بیٹے کے علاوہ کوئی اور شخص اس سے روایت کرے، تو وہ روایت
معتبر ہوگی، کیوں کہ اس کا بیٹا حدیث میں کسی کھاتے کا نہیں۔“

(الثقات: ۳۱۷/۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ جِدًّا .

”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“

(التلخیص الحبیر: ۱۵۲۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يُعَادُ الْوُضُوءُ مِنْ سَبْعٍ، مِنْ إِقْطَارِ الْبَوْلِ وَالْدَّمِ السَّائِلِ
وَالْقَيْءِ وَمِنْ دَسْعَةٍ تَمْلَأُ الْفَمَ وَنَوْمِ الْمَضْجَعِ وَقَهْقَهَةِ
الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ وَخُرُوجِ الدَّمِ .

”سات چیزوں سے وضو لوٹایا جائے گا۔ پیشاب کے قطروں سے، بہتے لہو
سے، منہ بھر کر قے آنا، لیٹ کر سونا، نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا اور خون کا نکلنا۔“

(نصب الراية للزيلعي الحنفی: ۴۴/۱)



تبصرہ:

روایت سخت ”ضعیف“ ہے:

① سہیل بن عفان الشحری کی توثیق نہیں ملی، اسے علامہ زلیعی حنفی نے ضعیف کہا ہے۔

(نصب الراية: ۱/۴۴)

② اس کا استاذ الجارود بن یزید باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ”منکر الحدیث“ کہا ہے۔

(التاریخ الكبير: ۲/۲۳۷)

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں:

هُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ ، لَا يُكْتَبُ حَدِيثُهُ ، كَذَّابٌ .

”منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایت نہیں لکھی جائے گی۔ کذاب ہے۔“

(الجرح والتعديل: ۲/۶۲۵)

امام نسائی رحمہ اللہ نے ”متروک الحدیث“ کہا ہے:

(الضعفاء المتروكون، ص: ۷۴، رقم: ۱۰۰)

نیز امام بیہقی بن معین، امام ابن عدی اور امام ابن حبان رحمہم اللہ کی اس پر سخت جرح بھی

ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِسْنَادُهُ وَاهٍ جِدًّا .

”اس کی سند سخت ضعیف ہے۔“



(الدراية في تخريج أحاديث الهداية: ۳۳/۱)

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا، جسے خون آلودہ تھوک آتا تھا، تو فرمایا:

إِذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِ الدَّمُ تَوَضَّأَ .

”جب اس پر خون غالب ہو تو وضو کرے گا۔“

(مصنّف عبد الرزّاق: ۱/۱۴۸، ح: ۵۸۰۰۵۷۰)

تبصرہ:

اس کی سند امام عبد الرزاق کی تدلیس کی وجہ سے ”ضعیف“ ہے، سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔ اس کے علاوہ بھی خرابیاں موجود ہیں۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِذَا سَالَ الدَّمُ نَقَضَ الْوُضُوءَ .

”خون بہہ پڑے، تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱/۱۳۶)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

مغیرہ بن مقسم الضمی ”مدلس“ ہے، سماع کی تصریح نہیں کی۔

امام عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں:

إِذَا بَرَزَ الدَّمُ مِنَ الْأَنْفِ فَظَهَرَ فِيهِ الْوُضُوءُ .



”جب خون ناک سے نکلے اور ظاہر ہو جائے، تو اس پر وضو ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۶/۱)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے:

① عمر بن ہارون بلخی جمہور محدثین کے نزدیک ”ضعیف و متروک الحدیث“

ہے۔

امام شعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْوُضُوءُ وَاجِبٌ مِّنْ كُلِّ دَمٍ قَاطِرٍ قَالَ : وَسَمِعْتُ الْحَكَمَ يَقُولُ : مِّنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ .

”نپٹنے لہو سے وضو لازم ہو جائے گا، شعی کہتے ہیں: میں نے حکم سے سنا، کہہ رہے تھے: بہنے والے خون سے وضو ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۶/۱)

تبصرہ:

عبدالعزیز بن عبید اللہ ”ضعیف“ ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر: ۴۱۱)

اس میں ایک اور وجہ ضعف بھی ہے۔

مجاہد بن جبر سے ایسے انسان کے بارے میں پوچھا گیا، جس کے ہاتھ سے خون نکل آیا، لیکن وہ خون اپنی جگہ سے نہیں ہٹا، تو فرمایا:

يَتَوَضَّأُ.

”وضو کرے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : ١١/١٣٦، وسندّه صحيح)

تبصرہ:

یہ بعض الناس کو مفید نہیں، وہ تو کہتے ہیں کہ خون نکل کر بہہ پڑے تب وضو ٹوٹتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ممکن ہے وہ اس صورت میں وضو مستحب سمجھتے ہوں، ورنہ وضو ٹوٹنے پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُعَادُ الْوُضُوءُ مِنَ الرَّعَافِ السَّائِلِ .

”بہتی قے سے وضو لوٹائے گا۔“

(الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : ٩/١٨١)

تبصرہ:

یہ دنیا کی جھوٹی روایت ہے، یغتم بن سالم بن قنبر کے بارے میں امام ابن حبان رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَوَى عَنْهُ بِنُسْخَةٍ مَوْضُوعَةٍ .

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر احادیث گھڑ لیتا تھا، ان سے ایک موضوع نسخہ

روایت کرتا تھا۔“



(المجروحین: ۱۴۵/۳)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ مِّنَ كِبَرٍ .

”انس رضی اللہ عنہ سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔“

(الکامل فی ضعف الرجال: ۱۷۸/۹)

امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ لَا يَرَى الْوُضُوءَ مِنَ الدَّمِّ إِلَّا إِذَا كَانَ سَائِلًا .

”آپ رحمہ اللہ خون سے اسی وقت وضو ٹونے کے قائل تھے، جب وہ بہہ نکلے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ۱۳۶/۱)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔ ہشیم بن بشیر اور یونس بن عیید دونوں مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حمیش نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں، کہا: اللہ کے رسول! میں مستحاضہ ہوں، پاک نہیں رہتی۔ کیا میں نماز چھوڑ سکتی ہوں؟ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا، إِنَّمَا ذَلِكَ عِرْقٌ، وَلَيْسَ بِحَيْضٍ، فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتِكَ

فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرْتَ فَاغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي :

قَالَ : وَقَالَ أَبِي : ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، حَتَّى يَجِيءَ ذَلِكَ

الْوَقْتُ.

”نہیں، یہ تو ایک رگ کا خون ہے، حیض کا نہیں ہے۔ جب حیض کے دن آئیں، تو نماز چھوڑ دیں اور جب حیض کے دن چلے جائیں، تو خود سے خون دھوئیں، پھر نماز پڑھیں۔ (راویہ کہتی ہیں) میرے والد گرامی فرماتے ہیں: ہر نماز کے لئے وضو کریں، یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔“

(صحیح البخاری: ۲۲۸، صحیح مسلم: ۳۳۷)

تبصرہ:

اس حدیث کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، سبیلین سے بول و براز، منی، مزی، ودی خون اور ریح وغیرہ کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ سبیلین کے علاوہ بدن کے کسی حصہ سے خون بہہ نکلے، تو وضو نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ بدن کو سبیلین پر قیاس کرنا باطل ہے، کیوں کہ نص کے مقابلہ میں قیاس باطل ہوتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَحْدَثَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ.

”اگر کوئی نماز میں بے وضو ہو جائے، تو اپنا ناک پکڑ کر نماز سے نکل جائے۔“

(سنن أبی داؤد: ۱۱۱۴، سنن الدارقطني: ۱۱۱۴، وسندہ صحیح)

اس حدیث کو امام ابن خزمیہ رحمہ اللہ (۱۰۱۹) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۲۲۳۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۲۲۲) نے ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۵/۱) نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

فَلْيَأْخُذْ بِأَنْفِهِ وَذَلِكَ لِيُوهِمَ الْقَوْمَ أَنَّ بِهِ رِعَافًا.
 ”ناک پکڑ کر یہ باور کروائے کہ اس کی نکسیر پھوٹ گئی ہے۔“

(شرح أبي داود: ٤٥٧/٤)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وضو ٹوٹنے کے بعد ناک پکڑ کر نکلنے کا حکم دیا گیا ہے گویا کہ خون سے وضو کا ٹوٹنا مسلمات میں سے تھا۔ اگر اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، تو مذاق بن جائے گا، حالاں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے، ناک پکڑنے کا حکم نمازیوں کو یہ باور کروانے کے لئے ہے کہ جانے والے کی نکسیر پھوٹی ہے، ہوا خارج نہیں ہوئی۔ یہی بات حکمت اسلام سے قریب تر ہے۔

وہ تمام دلائل جن میں خون بہنے پر وضو کا حکم ہے، ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔ باقی بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ صرف خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس پر ان کے پاس کیا دلیل ہے؟ نیز بتائیں کہ خون بہنے کی قید کس دلیل کی بنیاد پر ہے؟

نکسیر کے بارے روایات کا جائزہ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَعَفَ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَرْجِعْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ .

”نماز میں جس کی نکسیر پھوٹ جائے، اسے لوٹ جانا چاہیے اور وضو کر کے

دوبارہ وہیں سے نماز شروع کرنی چاہیے، جہاں سے چھوڑی تھی۔“

(سنن الدارقطني: ١٥٧/١)

تبصرہ:

”موضوع“ روایت ہے:

① ابوبکر عبد اللہ بن حکیم الداہری کے بارے میں خود امام دارقطنی رحمہ اللہ

فرماتے ہیں:

مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ .

”متروک الحدیث ہے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۱۵۴)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّذِي رُوِيَ لِلدَّاهِرِيِّ مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الَّتِي ذَكَرْتُهَا
فَكُلُّهَا لَا يَتَّبِعُ أَحَدُ الدَّاهِرِيِّ عَلَيْهِ وَلَهُ غَيْرُ مَا ذَكَرْتُ مِنْ
الْحَدِيثِ كَذَلِكَ أَيْضًا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ .

”داہری کی جو یہ روایات میں نے ذکر کی ہیں، ان میں سے کسی ایک پر بھی
متابعت نہیں ملتی۔ میری ان ذکر کردہ احادیث کے علاوہ بھی اس کی بہت سی
ایسی احادیث ہیں۔ یہ منکر الحدیث ہے۔“

(الکامل في ضعفاء الرجال: ۵/۲۳۲)

اس کے علاوہ امام بخاری، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام یعقوب بن
سفیان فسوی، امام ابراہیم بن ابی طالب، امام جوزجانی اور جمہور ائمہ رحمہم اللہ نے ”ضعیف
کذاب اور متروک“ کہا ہے۔

② حجاج بن ارطاة جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف مرسل اور مختلط ہے۔

③ امام زہری رحمہ اللہ بھی مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔



حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(التلخیص الحبیر: ۴۳۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
إِذَا رَعَفَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَنْصِرْ فَلْيَغْسِلْ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ
لْيُعِدْ وَضُوءَهُ وَيَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهُ.

”نماز میں قے آجائے تو نماز سے نکل جانا چاہئے، خون دھو کر اور وضو لوٹا کر
پھر نماز میں آنا چاہئے۔“

(سنن الدارقطني: ۱۵۲/۱، المعجم الكبير: ۱۶۵/۱۱، نصب الراية للزيلعي: ۶۲/۲)

تبصرہ:

سند سخت ”ضعیف“ ہے:

① یہ روایت ذکر کرنے کے بعد خود امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَلِيمَانُ بْنُ أَرْقَمَ مَتْرُوكٌ.

”سلیمان بن ارقم متروک ہے۔“

امام یحییٰ بن معین، امام فلاس، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن حبان، امام ابو حاتم،
امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوزر عہ رازی، امام ابن عدی اور امام جوزجانی رحمہم کی اس پر
سخت جرح موجود ہے:

حافظ سہیلی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۸۱ھ) فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعٍ.

”بالاجماع ضعیف ہے۔“

(الروض الأنف في شرح السيرة النبوة: ۱۱۲/۷)

ابن جریج اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 إِذَا رَعَفَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ أَوْ قَلَسَ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ
 وَلْيَرْجِعْ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ عَلَى مَا مَضَى مِنْهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ .
 ”نماز میں نکسیر بہہ پڑے یا قے آجائے، تو نماز سے نکل جانا چاہئے اور وضو کر
 کے حسب دستور دوبارہ نماز میں شامل ہو جانا چاہئے، ہاں اس دوران کوئی
 گفتگو نہیں ہو۔“

(سنن الدارقطني: ۲۸۳/۱)

تبصرہ:

سخت ”ضعیف“ روایت ہے:

- ① سلیمان بن ارقم متروک ہے۔
- ② عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج رضی اللہ عنہ ”مذلس“ ہیں، سماع کی تصریح نہیں
 کی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَعَفَ فِي صَلَاتِهِ
 تَوَضَّأَ ثُمَّ بَنَى عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ .
 ”رسول اللہ ﷺ کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑتی، تو وضو کر کے وہیں سے نماز میں
 شامل ہو جاتے، جہاں سے چھوڑ کر گئے تھے۔“

(سنن الدارقطني: ۲۸۶/۱)



تبصرہ:

”موضوع“ (من گھڑت) ہے۔ عمر بن رباح السعدی ”متروک الحدیث“ اور ”دجال“ ہے۔

سیدنا سلیمان ؑ کے بارے میں ہے:

أَنَّهُ رَعَفَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَدِثْ لَهُ
وُضُوءً.

”ان کی تکسیر پھوٹ پڑی، تو انہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دوبارہ وضو کیجئے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۲۸۵)

تبصرہ:

سند موضوع اور جعلی ہے۔

عمر بن خالد ابو خالد واسطی ”متروک الحدیث“ اور ”کذاب“ ہے۔

سیدنا سلمان فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سَالَ مِنْ أَنْفِي دَمٌ
فَقَالَ: أَحَدِثْ وَضُوءً.

”مجھے نبی کریم ﷺ نے اس حالت میں دیکھا کہ میرے ناک سے خون بہہ رہا

ہے، تو فرمایا: وضو کیجئے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۲۸۵)

تبصرہ:

موضوع ہے۔ عمرو بن خالد ابو خالد الواسطی ”متروک الحدیث“ اور ”کذاب“ ہے۔
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ رَزَاءً أَوْ قَيْئًا أَوْ رُعَافًا فَلْيَنْصَرِفْ
فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ.

”جب کوئی پیٹ میں گڑ بڑ پائے، قے آئے یا نکسیر پھوٹے، تو اسے نماز سے
نکل جانا چاہئے، وضو کرنا چاہئے اور اگر نماز سے نکلنے اور وضو کرنے کے دوران
بات چیت نہ کی ہو، تو اسی نماز پر بنا ڈال دے۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۲۸۴، مصنف عبد الرزاق: ۲/۳۳۸، ح: ۳۶۰۶، ۳۶۰۷)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔

ابو اسحاق سبیعی رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔ دوسری سند میں ابو اسحاق
سبیعی کے علاوہ حارث بن عبد اللہ ضعیف عند الجہو موجود ہے، لہذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا
(التلخیص الجہو: ۱/۶۶۵) میں اسے حسن کہنا درست نہیں۔

ابن جریج رحمہ اللہ کے والد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مَنْ وَجَدَ رُعَافًا أَوْ قَيْئًا أَوْ مَذْيًا أَوْ قَلَسًا فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَتِمَّ عَلَى
مَا مَضَى مَا بَقِيَ وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ يَتَّقِي أَنْ يَتَكَلَّمَ.

”جسے نکسیر، قے، متلی یا مذی آئے، تو اسے وضو کرنا چاہئے، وضو کے دوران
گفتگو نہ کرے اور وہیں سے نماز شروع کر دے، جہاں سے چھوڑ کر آیا تھا۔“

(سنن الدارقطنی: ۱/۲۸۴)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔

- ① ابن جریج کے والد تابعی ہیں اور براہ راست رسول اللہ ﷺ سے روایت کر رہے ہیں۔ یہ مرسل ہے اور مرسل ضعیف ہوتی ہے۔
- ② ابن جریج رحمہ اللہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ أَوْ قَاءَ، فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا يَتَكَلَّمْ،
وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ.

”جس کی نماز میں نکسیر پھوٹے، یا قے آئے، وہ وضو کرے، اس دوران کسی سے بات نہ کرے اور وضو کرنے کے بعد وہیں سے نماز شروع کرے، جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ۱۹۳/۲)

تبصرہ:

اس کی سند ”ضعیف“ ہے، سعید بن ابی عروبہ اور اس کے استاذ قتادہ دونوں ”مدلس“ ہیں، بصیغہ عن روایت کر رہے ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا سند ضعیف ہے۔

امام طاووس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِي صَلَاتِهِ انْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ بَنَى عَلَى مَا
بَقِيَ مِنْ صَلَاتِهِ.

”نماز میں نکسیر پھوٹے تو نماز سے نکل جائے وضو کرے اور واپس آ کر وہیں سے نماز شروع کرے جہاں سے چھوڑ کر گیا تھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ١٩٤/٢)

تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔
یزید بن عبد اللہ بن قسیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا:
رَعَفَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَأَتَى حُجْرَةَ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى بِوُضُوءٍ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ رَجَعَ فَبَنَى عَلَى
مَا قَدْ صَلَّى .

”حالت نماز میں ان کی نکسیر بہہ پڑی، تو وہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آئے۔ انہوں نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر لوٹے اور جو نماز پڑھی تھی اسی پر بنا ڈالی۔“

(موطأ الإمام مالك: ٣٨/١، وسنده صحيح)

عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَبْصَرْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى صَلَاةَ الْغَدَاةِ رَكَعَتَهُ، ثُمَّ
رَعَفَ فَخَرَجَ، فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ فَبَنَى عَلَى مَا بَقِيَ مِنْ
صَلَاتِهِ .

”میں نے سالم بن عبد اللہ کو دیکھا، انہوں نے نماز صبح کی ایک رکعت پڑھی تھی

کہ نکسیر پھوٹ گئی، وہ نماز سے نکل گئے، وضو کیا اور واپس آ کر وہیں سے نماز شروع کی، جہاں سے چھوڑ کر گئے تھے۔“

(مصنف ابن أبي شيبة: ٢/١٩٤، وسنده صحيح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ
كَانَ إِذَا رَعَفَ أَنْصَرَفَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ فَبَنَى عَلَى مَا صَلَّى
وَلَمْ يَتَكَلَّمْ .

”ان کی نکسیر پھوٹ جاتی، تو نماز سے نکل جاتے، وضو کرتے اور نماز میں واپس آ کر وہیں سے نماز شروع کرتے، جہاں سے چھوڑ کر گئے ہوتے۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ٢/٢٥٥، وسنده صحيح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول جو مصنف عبدالرزاق (٢/٣٣٩، ٣٦٠٩، ٣٦١٠) میں ہے، وہ امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ ”ضعیف“ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بیٹے سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا یہ عمل ان کی اجتہادی خطا ہے۔ اس کی بنیاد دلیل شرعی پر نہیں۔ واللہ اعلم!

مذہب اہل حدیث:

اہل حدیث کے مطابق مخرج حدث کے علاوہ جتنا بھی خون بہہ نکلے، وضو نہیں ٹوٹتا۔ یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے۔ اس پر دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل نمبر ①:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فِي غَزْوَةِ
ذَاتِ الرِّقَاعِ فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةً رَجُلٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ،
فَحَلَفَ أَنْ لَا أَنْتَهِيَ حَتَّى أُهْرِيقَ دَمًا فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ،
فَخَرَجَ يَتَّبِعُ أَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا، فَقَالَ مَنْ رَجُلٌ يَكُلُونَا؟
فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ
كُونَا بِنِجْمِ الشَّعْبِ، قَالَ فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فِجْمِ الشَّعْبِ
اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ، وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّي، وَاتَى الرَّجُلُ
فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرَفَ أَنَّهُ رَيْبَةُ لِقَوْمٍ، فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ
فَوَضَعَهُ فِيهِ فَنَزَعَهُ، حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ،
ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا عَرَفَ أَنَّهُمْ قَدْ نَذَرُوا بِهِ هَرَبَ، وَلَمَّا
رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ، قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ أَلَا
أُنَبِّهْتَنِي أَوَّلَ مَا رَمَى، قَالَ كُنْتُ فِي سُورَةٍ أَقْرُؤُهَا فَلَمْ أَحِبَّ
أَنْ أَقْطِعَهَا .

”غزوہ ذات الرقاع میں ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، اسی غزوہ میں ایک
مشرک مرد نے ایک مشرکہ عورت سے بد فعلی کی اور قسم اٹھائی کہ نبی کریم ﷺ
کے ساتھیوں میں سے کسی کا خون بہائے گا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے نشان قدم

ڈھونڈنے لگا، نبی کریم ﷺ ایک مقام پر لشکر کے ساتھ اترے، تو فرمایا: ہمارا پہرہ کون دے گا؟ تو ایک انصاری اور ایک مہاجر اس کے لئے تیار ہو گئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس گھاٹی کے سرے پر جا کر، یہ گھاٹی کے سرے پر پہنچے، تو مہاجر صحابی سو گئے اور انصاری صحابی نماز پڑھنے لگے، وہیں یہ مشرک بھی پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا تو جان لیا کہ مسلمانوں کے پہرے دار ہیں۔ اس نے تیر چلایا، جو انصاری صحابی کو جا لگا۔ انہوں نے نماز ہی کی حالت میں وہ تیر نکال پھینکا، اس نے اس دوران تین تیر پھینکے، یہاں تک انصاری صحابی نے رکوع اور سجدہ کر لیا، تو اپنے مہاجر ساتھی کو جگایا، جب مہاجر نے انصاری کا خون نکلتے دیکھا تو کہا سبحان اللہ! پہلے تیر پر مجھے کیوں نہ جگایا، تو انصاری کہنے لگے: میں نماز میں سورت کی تلاوت کر رہا تھا، تو میرا دل نہیں مانا کہ وہ تلاوت درمیان میں چھوڑ دوں۔“

(مسند الإمام أحمد: ۳/۳۴۳، سنن أبي داود: ۱۹۸، سيرة ابن هشام: ۳/۲۴۵، الجهاد لابن المبارك: ۱۸۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱/۱۵۶، ۱۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۱۴۰، وسنده حسن)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۶) امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۰۹۶) نے ”صحیح“ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے، حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ قرار دیا ہے۔

(المجموع شرح المہذب: ۵۵/۲)

ائمہ کے صحیح حدیث سے راوی عقیل بن جابر انصاری ”حسن الحدیث“ ہو گیا۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ نے (الثقات: ۵/۲۷۲) میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے

ہیں:

يُعَدُّ فِي أَهْلِ الْحِجَازِ .

”اسے اہل حجاز میں شمار کیا جاتا ہے۔“

(التاريخ الكبير: ۵۲/۷)

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بِأَنَّهُ أَحْسَنُ حَالًا مِّنْ أَخَوَيْهِ مُحَمَّدٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ .

”یہ اپنے دو بھائیوں محمد اور عبدالرحمن سے بہتر حالت میں ہے۔“

ائمہ حدیث کا استدلال:

① امام دارقطنی رحمہ اللہ (م: ۳۸۵ھ) نے اس حدیث پر ان الفاظ کے ساتھ

تبویب کی ہے:

بَابُ جَوَازِ الصَّلَاةِ مَعَ خُرُوجِ الدَّمِ السَّائِلِ مِنَ الْبَدَنِ .

”بدن سے خون نکلنے کے باوجود نماز جاری رکھنا درست ہے۔“

(سنن الدارقطني: ۱/۲۲۳)

② امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَابُ ذِكْرِ الْخَبَرِ الدَّالِّ عَلَى أَنَّ خُرُوجَ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ

الْحَدَثِ لَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ .

”اس بات پر دلالت کرتی حدیث کہ سبیلین کے علاوہ کہیں اور سے خون نکلے،

تو وضو نہیں ٹوٹتا۔“

(صحیح ابن خزيمة: ۳۶)

③ امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهَذِهِ سُنَّةٌ ضَيِّقَةٌ قَدْ اعْتَقَدَ أَئِمَّتُنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ خُرُوجَ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ الْحَدَثِ لَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ .
”یہ بہترین سنت ہے۔ ہمارے ائمہ اس حدیث پر اعتقاد رکھتے تھے کہ سییلین کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔“

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۵۷/۱)

④ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے:

بَابُ تَرَكَ الْوُضُوءِ مِنْ خُرُوجِ الدَّمِ مِنْ غَيْرِ مَخْرَجِ الْحَدَثِ .
”سییلین کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔“

(السنن الكبرى للبيهقي: ۱۴۰/۱)

⑤ حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمَوْضِعُ الدَّلَالَةِ أَنَّهُ خَرَجَ دِمَاءٌ كَثِيرَةٌ وَاسْتَمَرَ فِي الصَّلَاةِ وَلَوْ نَقَضَ الدَّمُ لَمَّا جَازَ بَعْدَهُ الرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ وَإِتِمَامُ الصَّلَاةِ وَعَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ .
”محل استشہاد یہ ہے کہ کثیر خون نکلتا رہا، مگر انہوں نے نماز جاری رکھی۔ اگر خون ناقض وضو ہوتا، تو اس کے بعد رکوع اور سجود اور نماز مکمل کرنا درست نہ ہوتا، نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا مگر آپ نے اس کا انکار نہیں کیا۔“

(المجموع شرح المہذب: ۵۵/۲)

بعض الناس کے اس حدیث پر اعتراضات

بعض الناس اس حدیث پر مندرجہ ذیل اعتراضات کرتے ہیں:

① ابن ترکمانی حنفی (۶۸۳-۷۵۰ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ فَعَلَ وَاحِدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَعَلَّهُ كَانَ مَذْهَبًا لَهُ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ.

”یہ تو ایک صحابی کا فعل ہے، ممکن ہے یہ ان کا مذہب ہو یا وہ سرے سے جانتے ہی نہ ہوں۔“

(الجواهر النقي في الرد على البيهقي: ۱/۱۴۰)

صحیح حدیث کو تقلید ناسد کی بھینٹ چڑھا دیا، نبی کریم ﷺ کے عہد میں صحابی کے ساتھ واقعہ پیش آیا، نزول وحی کا دور ہے۔ اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ خود بنفس نفیس شریک تھے۔ آپ ﷺ نے اس صحابی پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، نہ اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کوئی بات کی۔ یہ کہنا کہ یہ صحابی کا عمل ہے یا ہو سکتا ہے کہ انہیں پتہ ہی نہ ہو کہ خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، یہ صحابی رسول ﷺ سے بدظنی ہے۔ یہ وہ زہر یلا ہتھیار ہے، جس کی بنا پر منکرین حدیث شریعت کے احکام کو مہمل قرار دیتے ہیں۔

② جناب تقی عثمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”اس واقعہ میں آپ ﷺ کی تقریر ثابت نہیں اور بغیر آپ کی تقریر کے دوسری

احادیث کے مقابلہ میں صحابی کا فعل حجت نہیں ہو سکتا۔“ (درس ترمذی: ۳۱۹)

یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع کا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ بنفس نفیس شامل تھے۔ آپ کا نکیر نہ فرمانا ہی تقریر ہے۔ جہاں تک دوسری احادیث کی بات ہے، تو وہ احادیث اصول محدثین کے مطابق ضعیف اور غیر ثابت ہیں۔ کسی کے پاس ایک حدیث بسند حسن یا صحیح

موجود ہو، تو پیش کرے، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ خون نکلنے سے یا خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ!
 فعل صحابی حجت ہے یا نہیں؟ علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے:
 فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لَهُمَا وَلَمْ
 يَأْمُرْهُ بِالْوُضُوءِ وَلَا إِعَادَةِ الصَّلَاةِ .
 ”یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی، تو آپ نے ان کے لئے دعا کی اور
 انہیں وضو لوٹانے کا حکم دیا نہ نماز لوٹانے کا۔“

(البنایۃ شرح الہدیۃ: ۲۶۰/۱، ۲۶۱)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
 وَعَلِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ وَلَمْ يُنْكِرْهُ .
 ”نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا، مگر آپ نے اس پر نکیہ نہیں کی۔“

(المجوع شرح المہذب: ۵۵/۲)

③ جناب تقی عثمانی صاحب مزید لکھتے ہیں:
 ”اگر اس حدیث سے عدم انتقاض وضو (وضو نہ ٹوٹنے) پر استدلال کیا جاسکتا
 ہے، تو اس سے خون کی طہارت پر بھی استدلال ہونا چاہیے۔“ (درس ترمذی:
 ۳۱۹/۱)

خون کی طہارت پر استدلال کیوں ہونا چاہیے؟ پہلے آپ یہ ثابت کریں کہ انسان کا
 خون نجس اور پلید ہے۔ محدث زمان، علامہ البانی لکھتے ہیں:
 أَنَّهُ لَمْ يَرِدْ دَلِيلٌ فِيمَا نَعْلَمُ عَلَى نَجَاسَةِ الدَّمِ عَلَى اخْتِلَافِ

أَنَوَاعِهِ، إِلَّا دَمَ الْحَيْضِ، وَدَعَوَى الْإِتِفَاقِ عَلَى نَجَاسَتِهِ
مَنْقُوضَةً بِمَا سَبَقَ مِنَ النُّقُولِ، وَالْأَصْلُ الطَّهَارَةُ، فَلَا يُتْرَكُ
إِلَّا بِنَصِّ صَحِيحٍ يَجُوزُ بِهِ تَرْكُ الْأَصْلِ، وَإِذْ لَمْ يَرِدْ شَيْءٌ مِنْ
ذَلِكَ فَالْبَقَاءُ عَلَى الْأَصْلِ هُوَ الْوَاجِبُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

”ہمارے علم کے مطابق نجاست خون پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل موجود
نہیں، سوائے حیض کے خون کے۔ خون کی نجاست پر اتفاق کا دعویٰ مذکورہ
منقولات کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اصل طہارت ہے، تو کوئی
ایسی نص ہی چاہیے، جس کی بنا پر اصل نص کو چھوڑ دیا جائے۔ جب ایسی نص
موجود نہیں، تو اصل ہی پر رہنا چاہیے۔“

(سلسلة الأحادیث الصحيحة، تحت حدیث: ۳۰۱)

حرام ہونے سے نجس ہونا لازم نہیں ہوتا۔ ہر حرام نجس نہیں ہوتا، بل کہ ہر نجس حرام ہوتا
ہے، لہذا اگر دوران نماز خون بہہ پڑے اور کپڑے خون آلودہ ہو جائیں، تو اس میں کوئی
حرج نہیں۔

④ جناب تقی عثمانی صاحب تیسرا اعتراض یہ وارد کرتے ہیں:

”تلاوت قرآن کی لذت میں اس قدر محو رہتے کہ یا تو انہیں خون نکلنے کا پتہ ہی
نہیں چلا، یا چلا بھی تو غلبہ لذت کی وجہ سے نماز نہ توڑ سکے۔ یہ غلبہ حال اور
استغراق کی کیفیت تھی، جس سے کوئی فقہی مسئلہ مستبطن نہیں کیا جاسکتا۔“

(درس ترمذی: ۱/۳۱۹)

اس حدیث سے ائمہ حدیث نے جسم سے خون بہہ پڑنے کی صورت میں وضو نہ ٹوٹنے
پر استدلال کیا ہے۔ انہیں کیا علم تھا کہ بعد میں ایسے فقہیان حرم پیدا ہو جائیں گے، جو عہد

نبوی میں ایک صحابی کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو گمراہ صوفیوں کی غلبہ حال اور استغراق جیسی گمراہ کن اصطلاحات پر محمول کر لیں۔ اس حدیث میں واضح طور پر ثابت ہے کہ اس صحابی کے جسم میں یکے بعد دیگرے تین تیر پیوست ہوئے۔ انہوں نے حالت نماز میں اپنے جسم سے نکالے۔ کیا وہ خون نہ دیکھ سکے؟ تقی صاحب خود لکھتے ہیں:

”امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔“

(درس ترمذی: ۱/۳۱۹)

جناب تقی صاحب لکھتے ہیں:

”علاوہ ازیں انتقاض وضو کے جو دلائل بیان ہوئے ہیں، وہ قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جنہیں اس واقعہ جزئیہ پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔“

(درس ترمذی: ۱/۳۱۹)

بعض دلائل تو ایسے ہیں، جن کا اس مسئلہ کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں۔ بعض ایسے ہیں، جنہیں محدثین نے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔ مقلدین احناف نے انہیں جھاڑ پونچھ کر اپنا مذہب بنا لیا ہے۔ اس روایت میں مذکور واقعہ کو واقعہ جزئیہ قرار دیا۔ جس پر ائمہ حدیث مسائل کا استنباط کریں، وہ واقعہ جزئیہ ہوتا ہے کیا؟ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَأَرَادَ الْمُصَنِّفُ بِهَذَا الْحَدِيثِ الرَّدَّ عَلَى الْحَنْفِيَّةِ فِي أَنَّ الدَّمَ السَّائِلَ يَنْقُضُ الْوُضُوءَ .

”امام بخاری رحمہ اللہ یہ حدیث لا کر احناف کی اس بات کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ بہنے والے لہو سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔“

(فتح الباری فی شرح صحیح البخاری: ۱/۲۸۱)

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنَ اللَّيْلَةِ الَّتِي طُعِنَ فِيهَا
فَأَيَّظَ عُمَرَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَقَالَ عُمَرُ نَعَمْ وَلَا حَظًّا فِي
الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى عُمَرُ، وَجُرْحُهُ يَتَعَبُ دَمًا.
”جس رات سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تیر لگا وہ رات میں نے آپ کے ہاں
گزاری۔ میں نے آپ کو نماز صبح کے لئے جگایا، تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
فرمانے لگے: ہاں! نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، اس وقت
آپ کے زخم سے خون رس رہا تھا۔“

(موطأً الإمام مالك: ۳۹/۱، وسنده صحيح)

عبدالرحمن بن مجبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:
أَنَّهُ رَأَى سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَخْرُجُ مِنْ أَنْفِهِ الدَّمَ، حَتَّى
تَخْتَضِبَ أَصَابِعُهُ، ثُمَّ يَفْتِلُهُ، ثُمَّ يُصَلِّي، وَلَا يَتَوَضَّأُ.
”انہوں نے سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے ناک سے خون نکل رہا
ہے اور ان کی انگلیاں خون آلود ہو گئی ہیں۔ انہیں ملا، نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔“

(موطأً الإمام مالك: ۳۹/۱، وسنده صحيح)

عبدالرحمن بن حرمہ سلمی رضی اللہ عنہ (حسن الحدیث) کہتے ہیں:
رَأَيْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَرْعُفُ، فَيَخْرُجُ مِنْهُ الدَّمُ، حَتَّى
تَخْتَضِبَ أَصَابِعُهُ مِنَ الدَّمِ الَّذِي يَخْرُجُ مِنْ أَنْفِهِ، ثُمَّ يُصَلِّي،
وَلَا يَتَوَضَّأُ.

”میں نے سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو دیکھا، ان کی نکسیر پھوٹ پڑی ہے۔ ناک

سے نکلنے والے خون کی بنا پر انگلیاں خون آلود ہو چکی ہیں، انہوں نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔“

(موطأ الإمام مالك: ۳۹/۱، وسندہ حسن)

امام طاووس بن کیسان تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى فِي الدَّمِ السَّائِلِ وَضُوءٌ، يَغْسِلُ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ حَسِبَهُ.

”وہ بہنے والے خون سے وضو کے قائل نہیں تھے۔ فرماتے تھے: ایسی صورت میں خون والی جگہ کو دھولینا ہی کافی ہو جائے گا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۷/۱، وسندہ صحيح)

علاء بن حبیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقُلْتُ إِنِّي اتَّوَضَّأْتُ فَآخُذُ الدَّلْوَ فَاسْتَسْقِي بِهِ فَيَخْدِشُنِي الْحَبْلُ أَوْ يُصِيبُنِي الْخَدَشُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الدَّمُ قَالَ: اغْسِلْهُ وَلَا تَتَوَضَّأْ.

”میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں وضو کر کے ڈول سے پانی پی لیتا ہوں۔ اس ڈول کی رسی سے زخم آجاتا ہے، جس سے خون بہنے لگتا ہے۔ فرمایا: خون دھو دیں، وضو نہ کریں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ۱۳۷/۱، وسندہ صحيح)

ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا بِالشَّقَاقِ يَخْرُجُ مِنْهُ الدَّمُ.

”زخم سے خون بہہ پڑے، تو وضو نہ کیا جائے۔ یہ ان کا موقف ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ١/١٣٧، وسندہ صحیح)

ابوخلدہ خالد بن دینار بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا سَوَّارٍ الْعَدَوِيَّ عَصَرَ بَثْرَةً ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

”میں نے ابوسوار عدوی رحمہ اللہ کو دیکھا، ان کی پھنسی بہہ پڑی ہے، انہوں نے اسی طرح نماز ادا کی، وضو نہیں کیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة: ١/١٣٧، وسندہ صحیح)

قیس بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

إِنَّ عَطَاءً كَانَ لَا يَرَى فِي الرَّعَافِ وَضُوءً.

”عطاء نکسیر پھوٹنے سے وضو کے قائل نہیں تھے۔“

(تغليق التعليق لابن حجر: ٢/١١٨، وسندہ صحیح)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَقَالَ سَمُوِيَه فِي فَوَائِدِهِ: ثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ النَّفِيلِيُّ ثَنَا خَطَّابُ

بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَنِ الرَّعَافِ

فَقَالَ لَوْ سَأَلَ نَهْرٌ مِّنْ دَمٍ مَا أَعَدْتُ مِنْهُ الْوُضُوءَ.

”امام سلیمان بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابو جعفر رحمہ اللہ سے

نکسیر کے بارے میں سوال کیا، فرمایا: (بالفرض) خون کی نہر جاری ہو جائے،

میرے نزدیک تو تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔“

(تغليق التعليق: ٢/١١٧، وسندہ صحیح)

علامہ عینی حنفی نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري: ٢/٣٥٣)